جگن ناتھ آزاد

اُردو

دہلی کتاب گھر دہلی

اُردو

جگن ناتھ آزاد

دہلی کتاب گھر، دہلی

تعداد اشاعت	قیمت
ایک ہزار	چھ آنے

پرنٹر :۔ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

پبلشرز :۔ دہلی کتاب گھر، دہلی

اُردو

جو آزاد نے ۱۹ ستمبر ۱۹۵۰ء کو اُردو مجلس

دہلی کی پہلی سال گرہ کی تقریب پر جب کہ

تقسیمِ ہند کے بعد پہلی بار دہلی میں

انجمن ترقّی اُردو (ہند) کی شاخ قائم

ہُوئی خواجہ حسن نظامی کی زیرِ صدارت

ڈیویکوز کے ہال میں پڑھی

انجمن ترقّیٔ اُردو لائل پور

(پاکستان)

کے نام

جس نے میرے لڑکپن کے زمانے میں
میرے ذوقِ ادب کو سنوارا اور اپنی
محبّت اور خلوص کا ایک ایسا نقش
میرے دل و دماغ پر ثبت کیا جس
کی تجلّی اور گرمی آج بھی میں
حریمِ جاں میں محسوس کر رہا ہوں

شاد

پیش نامہ

صرف یہ کہنا بالکل کافی نہیں کہ جگن ناتھ آزاد کی یہ نظم بہت اچھی ہے
مَیں حال ہی میں آزاد کی شاعری سے آشنا ہُوا ہُوں۔ گذشتہ اگست میں مَیں
نے اُن کے کلام کے مجموعہ "بیکراں" پر 'ہماری زبان' میں مختصراً اپنے اِن
تاثرات کا اظہار کیا تھا کہ "آزاد ہندستان کے اس دوسرے جنم کے نقیب ہیں
لیکن وہ اس کے قایل نہیں کہ "ایک ہی قدم میرے لئے بس ہے"۔ وہ آزاد
ہندستان کی آزادی سے بھی کچھ آگے بڑھنا چاہتے ہیں"۔ میرا مطلب یہ تھا کہ
ہماری آزادی کی تکمیل — ذہنی، سماجی اور اخلاقی — ابھی باقی ہے اور اس
تکمیل کے لئے "ہماری نئی دُنیا کے نئے ادب اور شعر کے نئے پیغمبروں اور
نئے اوتاروں کی ضرورت ہے"۔ آزاد کے کلام کا اس قدر گہرا اثر میرے دل پر
اس لئے پڑا ہے کہ وہ ۱۹۴۷ء کے فرقہ واری فتنہ کی آگ میں گذر کر اور آوارۂ وطن
ہو کر ہندستان آئے اور پھر بھی ادنےٰ تعصّبات کی اُس گندگی سے
اُنھوں نے اپنا دامن بچا لیا جس سے آج بہت سے دامن آلودہ ہیں۔ یہ شخصی
کردار کا ایک بہت بلند مقام ہے!! ایک ایسے شاعر کی آواز کو محض شاعرا

سخن آرائی تو نہیں کہہ سکتے ! وہ تو غیب کی آواز ہے، وہ تو زندگی کی ایک نوید ہے!

یہ نظم جواب شائع ہوتی ہے "اُردو زبان" کے متعلق آزاد کی بلند نظری کا ایک نقش ہے، جس کی تعریف مَیں اس لئے نہیں کرتا کہ میری مادری زبان اُردو ہے یا مَیں انجمن ترقیٔ اُردو کا سکریٹری ہوں بلکہ اس لئے کرتا ہوں کہ یہ نظم اُردو زبان کے ارتقا کی تاریخ کا ایک جزو ہے اور اس میں ہمیں اس حقیقت کا چہرہ نظر آتا ہے کہ اُردو ہمارے ملک کی مشترکہ زبان تھی اور ہے۔ اُس کے چہرے کو آج ہمارے مُلک کے بہت سے بیوک دیکھنا پسند نہیں کرتے، لیکن تاریخ اور زندگی کی حقیقتوں سے آنکھ بند کرکے انکار کر دینا اُن کو باطل نہیں کر سکتا۔ تاریخ کے گواہ تصنّع پسند اور سخن ساز سیاست کی سخت ترین ضربیں کھا کر بھی زندہ رہا کرتے ہیں۔

آزاد کی ذہنی زندگی روشن اور تاباں ہے اور مجھے یقین ہے کہ وُہ ایسی ہی رہے گی، گرد و غبار سے پاک! اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اُن کے چراغ سے ہزاروں چراغ ہمارے عزیز وطن میں روشن ہوں گے اور ایک دن آئے گا کہ اس ملک میں شاعروں کی شاعری اور ادیبوں کا ادب عوام کی زندگی کا اس طرح آئینہ دار ہوگا کہ پھر عکس کو آئینہ سے جُدا نہ کیا جا سکے گا۔

علی گڈھ

(قاضی) محمدؐ عبد الغفّار

۳۰ دسمبر ۵۶ء

اُردُو

غالباً یہ ۱۹۴۴ء کا واقعہ ہے۔ انجمنِ ترقیٔ اُردو لائل پور نے علاّمہ برج موہن کیفی کے اعزاز میں ایک ادبی جلسہ منعقد کیا تھا اور مجھے لاہور سے اس جلسہ میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ مَیں بالعموم مخصوص تقریبوں میں اپنی عام ادبی چیزیں پڑھ دیا کرتا ہوں۔ لیکن اس تقریب کے لئے میں نے خاص طور پر ایک نظم لکھی۔ بدقسمتی سے مَیں جس وقت لائل پور پہنچا تقریب ختم ہو چکی تھی اور میرے میزبان تقریب میں شرکت کے بعد گھر واپس آ چکے تھے مجھے اس محفل میں شریک نہ ہونے کا افسوس ہُوا اور نظم کاغذات ہی میں دھری رہ گئی۔

۱۹۴۷ء میں مَیں لاہور سے چلا تو اس بے ترتیبی سے کاغذ جمع کیے گئے کہ اکثر کام کی چیزیں ــــ کتابیں مسوّدے وغیرہ وہیں رہ گئے اور ردی کاغذات کے پلندے جلدی میں جمع کی ہوئی چیزوں کے ساتھ یہاں دلّی آ گئے۔ چند ماہ ہوئے یہ کاغذات دیکھ رہا تھا کہ ان

میں سے یہ نظم برآمد ہوئی اور اس خیال کے پیشِ نظر کہ نئے حالات
میں اس کی اہمیت شاید کم نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے بڑھ گئی ہے اسے
موجودہ صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ تمہید اس لئے لکھی ہے کہ پڑھنے والے اس نظم کو تازہ نہ سمجھیں
کیونکہ اُردو سے جو توقعات اُس نظم میں وابستہ کی گئی ہیں اُن میں
سے اکثر پوری نہیں ہوئیں ہاں جن جذبات کا میں نے اظہار کیا ہے
وہ آج بھی میرے ہیں اور تقسیمِ ہند اور اس سے پیدا ہونے والے
واقعات اُنہیں مجھ سے چھیننے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

سُنا ہے ہند پر یوں حکمراں تھی آلِ تیمُوری
کہ مُلک اک جسم تھا اور اس میں جاں تھی آلِ تیموری
یہ تھا دَورِ آدمیت کا، شرافت کا، مروّت کا
وطن میں یہ زمانہ تھا، زمانہ امن و راحت کا
ہوئیں شیر و شکر اس طرح دو اقوام آپس میں

کہ پھیلیں ہر طرف ہندوستاں میں پیار کی رسمیں

اکھٹّے ہندو و مُسلم شریکِ حُکمرانی تھے

وطن کے پاسباں مِل جُل کے محوِ پاسبانی تھے

اِدھر بھی اک تمدّن تھا اُدھر بھی اک تمدّن تھا

نظر آیا وطن کی سرزمیں پر اک حسیں نقشہ

نہ کیوں اس گلستاں میں ارتقا کے پھُول پیدا ہوں

جہاں پہلو بہ پہلو دو تمدّن کارفرما ہوں

جہانِ علم پر چمکے مثالِ کہکشاں ہندی

حکومت کی زباں تھی فارسی اپنی زباں ہندی
عنادل نغمہ آرا تھے ادب کے گُلستانوں میں
اضافہ ہو رہا تھا اس طرح دونوں زبانوں میں

مگر اس میں قباحت کا بھی اک پہلو نظر آیا
عمل کی زندگی میں جو مُسلسل مُشکلیں لایا
ملے ہندوستانی سے جو باہم تُرک و ایرانی
تو مُشکل ہو گئی اک دوسرے کو بات سمجھانی
بہت مُشکل نظر آیا یہ باہم ربط کا عالم

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم"

خلوصِ قلب سے لیکن یہ مشکل حل ہوئی آخر

نئی اک گفتگو کی طرز دونوں کو ملی آخر

وہ طرزِ گفتگو آزاد! کچھ ایسی حسیں نکلی

کہ ان دونوں زبانوں سے زیادہ دلنشیں نکلی

کیا "اردو" بالآخر وقت نے تجویز نام اس کا

مروّت اس کا شیوہ تھا جہانگیری تھا کام اس کا

یہ عُقدہ حل کیا جس نے وہ دورِ شاہجہانی تھا

یہ دورِ شاہجہانی تھا کہ لطفِ آسمانی تھا

ہمارے دیس کے اُجڑے گلستاں میں بہار آئی

ہُوئی اک طرزِ نو پیدا اس وطن میں محفل آرائی

مگر دَورِ فلک کو یہ طریقہ نا پسند آیا

محبّت کا، مروّت کا سلیقہ ناپسند آیا

حقیقت ہو گئی پنہاں، فسانے ہو گئے پیدا

لڑائی اور جھگڑے کے بہانے ہو گئے پیدا

نتیجہ یہ ہُوا افسانہ بن کر رہ گئی اُلفت

بس اک ٹوٹا ہُوا پیمانہ بن کر رہ گئی اُلفت

ہوائے وقت نے تاریخ کا جس دم ورق اُلٹا

تو یاروں کی زبانوں پر نظر آیا سبق اُلٹا

نگاہوں میں محبّت کی جگہ نفرت نظر آئی

تجلّی گم ہوئی چاروں طرف ظلمت نظر آئی

ہوئے نصرت نصیب اس طرح سے آفت کے پرکالے

محبّت کھیل ہاری اور جیتے دُشمنی والے

یہی وہ دَورِ نو ہے جس میں ہم اب سانس لیتے ہیں

اِسی کیچڑ کی ندّی میں ہم اپنی ناؤ کھیتے ہیں

یہی وہ دَور ہے ورثے میں جو اب ہم نے پایا ہے

کسی سے کیا کہیں کیا ہم نے پایا کیا گنوایا ہے

یہی وہ دَور ہے جس پر تمدّن ناز کرتا ہے

اسی کا لمحہ لمحہ عرش تک پرواز کرتا ہے

یہی وہ دَور ہے جس کو بڑی جدّت کا دعویٰ ہے

بڑی جدّت کا دعویٰ ہے بڑی ندرت کا دعویٰ ہے

نہ اب وہ پیار کی باتیں نہ وہ اخلاص باقی ہے

نہ اب وہ پینے والے ہیں نہ وہ مے ہے نہ ساقی ہے

صفا و صدق جو مفقود ہیں آج اپنے سینوں سے
کبھی وہ دِن بھی تھے ظاہر تھے جب اپنی جبینوں سے
مگر اک چیز بچھڑوں کو مِلا سکتی ہے جو اَب بھی
ہمارے مُلک کی بگڑی بنا سکتی ہے جو اَب بھی
مِلا سکتی ہے جو وہ صدق کی زنجیر باقی ہے
جو دیکھیں غور سے اے دوست! وہ تعمیر باقی ہے
بِنا رکھی گئی تھی جس کی دَورِ شاہجہانی میں
مگر افسوس اب بوداش ہے جس پر بد گمانی میں
یہ وہ شے ہے جو لائے ایک مرکز پر حریفوں کو

مے کہنہ پلائے ایک مرکز پر حریفوں کو
غلط ہے جو سمجھتا ہے اسے اغیار کی بولی
یہ ہے اخلاص کی طرزِ تکلّم، پیار کی بولی

ذرا اے معترض! اک لمحہ کی زحمت گوارا کر
مرے ہمراہ آ، اور بزمِ اُردو کا نظارا کر
یہ وہ محفل ہے جس میں برق و چکبست و سرور آئے
کہ جن کے شعر پڑھ کر فکرِ انسانی میں نُور آئے
یہ وُہ محفل ہے زینت جس کی ہے سرشار کے دم سے

نسیمِ خوش بیاں کی طبعِ گوہربار کے دم سے

جمالستان کا محرم فراق اِس میں نظر آئے

یہ وہ محفل ہے تفتہ سا سخنور جس کو اپنائے

مرے والد سا بھی فن کار اِس محفل میں شامل ہے

وفا ایسا فسوں گفتار اِس محفل میں شامل ہے

ہری چند اختر اِس میں عرش اس میں جوش ہے اِسمیں

شرابِ علم و فن کا آج ہر مد ہوش ہے اِس میں

یہاں موجود ہے بیدی اور پندرناتھ ہے اِس میں

کنھیا لال ہے اس میں مہندرناتھ ہے اِس میں

کوشلیا، ساگر اور بلونت سے ہیں پختہ کار اِس میں

ہوئے ہیں کرشن سی ہستی کے جوہر آشکار اِس میں

مجھے بھی دیکھ مَیں بھی نغمہ خواں اِس انجمن میں ہُوں

(مجھے بھی ہے یقیں اس بات کا اپنے چمن میں ہُوں)

یہاں ستیارتھی بھی، ریوتی بھی اور در بھی ہے

یہ محفل اپنی منزل بھی ہے اپنی رہگزر بھی ہے

اِسی محفل میں ملّا کے سکوں پرور ترانے ہیں

اِسی میں خندۂ گل پہ کاش پنڈت کے فسانے ہیں

یہ وہ محفل ہے جس کا صدرِ محفل آج ہے کیفی

ہمارے ملک کے شعر و ادب کا تاج ہے کیفی

وہ کیفی ناز فرماتا ہے آج اُردو ادب جس پر

علمبردارِ حکمت کاروانِ فکر کا رہبر

اسی کے دم سے دیکھ آج اس بھری محفل کا نظارا

یہی ہے آسمانِ علم کا روشن تریں تارا

کیفی

سلام اے محسنِ اردو! سلام اے حامئ اُردو!

بدل ڈالی ہے تو نے حسن میں ہر خامئ اُردو

اِسے تو نے کچھ اِس انداز سے سانچے میں ڈھالا ہے

کہ اب چاروں طرف اُردو زباں کا بول بالا ہے

بجا ہے گر تجھے معمارِ تعمیرِ ادب کہیئے

تجھے فخرِ زبانِ ہند، توقیرِ ادب کہیئے

سلام اے حامیٔ اُردو، سلام اے محسنِ اُردو!

ترا ہر نقش ہے نقشِ دوام اے محسنِ اُردو

تری تقریر پر اُردو زباں خود ناز کرتی ہے

تری تحریر پر طرزِ بیاں خود ناز کرتی ہے

اِسی کیفی، اسی فخرِ ادب کی ہے زباں اُردو

عداوت کی فضا میں ہے محبّت کا بیاں اُردو

اسے اہلِ وطن دیکھیں نہ ہرگز بدگمانی سے

کہ دُھل کر آئی ہے یہ زمزم و گنگا کے پانی سے

ریاضِ ہند میں اُردو وُہ اِک خوش رنگ پودا ہے

جسے خونِ جگر سے ہندو و مسلم نے سینچا ہے

مرے اہلِ وطن یہ آدمیّت کا تقاضا ہے

محبّت کا، حمیّت کا، شرافت کا تقاضا ہے

کہ ہم پامالِ جورِ آسماں ہونے نہ دیں اس کو

خزاں کے دَور میں وقفِ خزاں ہونے نہ دیں اس کو

وطن بھی ایک ہے اپنا، زباں بھی ایک ہو اپنی

قفس جب ایک ہے طرزِ فغاں بھی ایک ہو اپنی

جاوداں

بیکراں اور ستاروں سے ذروں تک

کے بعد

آزاد کا تیسرا مجموعۂ کلام

زیر ترتیب

تین روپے آٹھ آنے

جنوبی ہند میں دو ہفتے

ایک طویل رپورتاژ

جس میں آزاد نے جنوبی ہند میں اردو کے
مسائل اور مستقبل کا جائزہ لیا ہے اور سیاسی سماجی و
تمدنی صورت حال پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

قیمت ایک روپیہ